قرآن مجید 'ھدی للناس' بھی 'ھدی للمتقین' بھی

احمد رضا

ریسرچ اسکالر: شعبہ علومِ اسلامی، جامعہ کراچی

قرآن مجید جس کا بنیادی موضوع انسان ہے، انسانوں کی ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ انسان جسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے جو جنت کے اولین مکین ہونے کا اعزاز و اکرام رکھتا ہے، جو مسجودِ ملائکہ بن کر اپنی عظمت و رفعت کا جھنڈا گاڑ چکا اور تمام مخلوق میں افضل ہونے کا تاج سر پر سجا چکا، جسے خود پروردگار عالم نے احسن تقویم (۱) کا خطاب عطا فرمایا، اس کی ہدایت و رہنمائی کا بھی خالقِ کائنات نے احسن انتظام فرما دیا۔ جب انسان کو وسعتِ ارضی کا ساکن بنایا گیا تو ہدایت ربانی نے اس اجنبی ماحول میں راہِ نور عطا کی۔ ارشاد ہوا:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. (۲)

تو جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت افزوں پیغام آئے تو جس نے اس ہدایت کی پیروی کی تو (ایسے) خوش نصیب نفوس پر نہ ہی کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اس کلام ربانی میں تا قیامت نوع انسانی کو پیغام دے دیا گیا کہ دنیاوی اور اُخروی کامرانی اور فوز و فلاح کا حصول صرف ہدایتِ ربانی کی اتباع میں ہی مضمر ہے۔ جس پہلے انسان کو یہ پیغام عطا ہوا وہ بنی نوع انسان کے والد ماجد سیدنا آدم علیہ السلام تھے جن کی وساطت سے ان کی تمام اولاد کو یہ پیغام سنا دیا گیا۔ اس پیغام ہدایت میں کیا فرمایا گیا تھا اس بارے میں امام رازی نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لما اھبط ادم الی الارض اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیہ یاٰدم اربع خصال فیھا کل الامر لک ولولدک... الخ (۳)

جب سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی۔ اے آدم! چار خوبیاں ایسی ہیں جن میں تمہاری اور تمہاری اولاد کیلئے تمام امور کا مکمل بیان ہے۔

اول: میری بندگی کرو اور میرا شریک نہ ٹھہراؤ۔

دوم: جب تم کوئی نیک کام کرو گے اس کا اجر پاؤ گے۔

سوم: مجھ سے دعا کرو میں اسے قبول کروں گا۔

چہارم: جنہیں تم اپنی صحبت کے قابل سمجھو وہ بھی اس کے اہل ہوں۔

ان چار خوبیوں میں سے تین کا تعلق بندے کا اپنے رب سے رشتۂ بندگی مضبوط کرنے کے اعتبار سے ہے جبکہ آخری کا تعلق انسانوں کے آپس میں حقوق وفرائض کی انجام دہی اور پاسداری کے اعتبار سے ہے۔اس کی بکثرت نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں ہم یہاں صرف ایک ایک نظیر قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

بندگی کے اعتبار سے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا.(۴)

اوراللہ کی بندگی کرواوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

نیکی کے اجر کے اعتبار سے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا.(۵)

جوکوئی ایک نیکی لایا تو اس کیلئے اس کی مثل دس گنا ہے۔

دعا کی قبولیت کے اعتبار سے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ.(۶)

اور جب اے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں یہ جواب مرحمت فرمائیں کہ میں بیشک قریب ہوں میں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب وہ مجھے پکارے۔

انسانوں کے آپس کے حقوق وفرائض کے اعتبار سے:

یایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا.(۷)

اے ایمان والوصبر کرواور ثابت قدم رہواور کمر بستہ ہو جاؤ (خدمت دین وخدمت خلق کیلئے)

انّما المؤمنون اخوۃ.(۸)

صرف رشتہ ایمان کی نعمت کے حاملین ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان ہدایات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو اپنی بندگی اور آپس میں حسن وخوبی سے رہن سہن کا سلیقہ مرحمت فرما کر صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائی۔سیدنا آدم علیہ السلام کو جو ہدایاتِ ربانی وحی ہوتی رہیں وہ درحقیقت جنسِ انسانی کیلئے تھیں۔انسانیت ابھی اپنے قدم زمین پر جما رہی تھی گویا انسانیت کی زمین پر بنیاد استوار ہو رہی تھی۔انسانیت کا یہ دور ایسا

ہی تھا جیسا کہ شیر خوار بچہ آغوشِ مادر میں ماں کی ممتا کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ افزائشِ نسلِ انسانی کا سلسلہ شروع ہوا جس میں صبح وشام مذکر ومؤنث کی جوڑی تولد ہوتی، صبح کی جوڑی کا شام کی جوڑی سے نکاح کر دیا جاتا اور یوں نسلِ انسانی بڑھنے اور پھلنے پھولنے لگی۔ یہ تسلسل جاری ہی تھا کہ ایک جانکاہ واقعہ رونما ہوا جس میں ایک بھائی نے اپنے ہی بھائی کو ناحق موت کی نیند سُلا دیا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ قابیل کا یہ عمل اس کی نفس پرستی اور شدید شہوانی ہوس کی وجہ سے نمودار ہوا۔ پاکیزہ زمین کو انسان نے خونِ ناحق سے آلودہ کر دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

فطوعت له نفسه قتل اخيه فقتله فاصبح من الخٰسرين.(۹)

پس پیچھے لگا دیا (برانگیختہ کر دیا) اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل کیلئے تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ نتیجتاً وہ (دنیا وآخرت کا) گھاٹا پانے والوں میں سے ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے اس کے قتل کے گناہ کا ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) پر ہوگا کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ایجاد کیا تھا۔(۱۰)

اس ایک عظیم گناہ نے انسانیت کو اپنے رب کے سامنے شرمندہ کر دیا اور ملائکہ کے نزدیک بھی بے توقیر کر دیا۔ انسان جسے مسجودِ ملائکہ ہونے کا اعزاز ملا تھا وہ خاک آلودہ ہو گیا۔ اس جرم کے بعد انسان مزید آگے بڑھا اس نے احکاماتِ ربانی وہدایاتِ الٰہیہ سے بے اعتنائی برتنا شروع کر دی۔ وہ نفس وشیطان کے دَلدَل میں پھنستا چلا گیا۔ جرائم کا سلسلہ بڑھنا شروع ہو گیا، سرکشی عام ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو واپس اپنے مقام کی طرف لانے کیلئے رحمت کے دروازے کشادہ فرما دیئے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا مگر صرف چند نفوس کے سوا باقی تمام گمراہی کو راہِ ہدایت سمجھنے پر بضد رہے نتیجتاً عذابِ الٰہی شروع ہوا طوفانِ نوح، عاد وثمود کی بربادی اور دیگر اقوام جو صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں یہ سارا انجام اسی بے راہ روی، ہٹ دھرمی اور بے اعتنائی کا تھا۔ عذاب بھی نازل ہوتے رہے اور ہدایت کی راہ پر چلانے کیلئے انبیاءِ کرام بھی مبعوث ہوتے رہے، کتبِ سماویہ کا نزول بھی ہوتا رہا۔ انسانیت کا یہ کارواں گرتے پڑتے بالآخر زبور، تورات اور انجیل کے نزول تک پہنچ گیا۔ قرآن مجید نے ان کتبِ سابقہ کی تصدیق کی اور ان کی تکریم میں کلماتِ ثمین ارشاد فرمائے:

ولقد كتبنا فى الزبور من بعد الذكر انّ الارض يرثها عبادى الصّالحون.(۱۱)

اور بالتحقیق ہم نے لکھ دیا زبور میں نصیحتوں کے بعد کہ بیشک زمین کے وارث میرے پاک بندے ہیں۔

انّا انزلنا التوراة فيها هدى وّنور.(۱۲)

بیشک ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور ہے۔

واتیناه الانجیل فیه هدی وّنور.(۱۳)

اور ہم نے اسے (عیسیٰ علیہ السلام کو) انجیل دی، اس میں ہدایت اور نور ہے۔

موجودہ دور میں قرآن مجید کے علاوہ جو کتب سماویہ بہ صورتِ ترجمہ ہمیں دستیاب ہیں وہ تورات و انجیل ہیں۔ ان کتب میں تحریف ہوئی اور ان کا اصل متن محفوظ نہ رہا۔ لیکن قرآن مجید نے ان کتب میں درج احکامات و ہدایات ربانی کو بیان فرمایا:

وکتبنا علیهم فیها ان النّفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو کفّارة له ومن لم یحکم بما انزل اللّٰه فاولئک هم الظالمون.(۱۴)

اور ہم نے لکھ دیا ان پر (واجب احکامات کو) اس میں (تورات میں) کہ بیشک جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ قصاص ہے۔ تو جس نے بدلہ معاف کردیا تو یہ معافی کفارہ ہوگی اس (کے گناہوں) کا۔ اور جو فیصلہ نہ کرے اس (کتاب) کے مطابق جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

انجیل میں نازل کردہ آداب معاشرت و حقوق انسانیت کے نفاذ و رواج کا اہلِ انجیل کو جو حکم دیا گیا تھا اس کی تصریح بھی قرآن مجید نے یوں فرمائی:

ولیحکم اهل الانجیل بما انزل اللّٰه فیه ومن لم یحکم بما انزل اللّٰه فاولئک هم الفاسقون.(۱۵)

اور ضرور فیصلہ کریں اہلِ انجیل اس کے مطابق جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا اور جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

قرآن مجید نے جن ہدایات کا ذکر اہل انجیل و تورات کے بارے میں فرمایا اس کی تصدیق ان کتب میں بھی ہے جو ہمارے پاس بصورت ترجمہ ہیں۔ ذیل میں ہم انجیل کی چند آیات کے حوالہ جات سے اسے ثابت کرتے ہیں۔

تورات کے احکامات کی تصدیق:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا

کرنے آیا ہوں۔(۱۶)

انجیل کے احکام:

تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔(۱۷)

تم سن چکے ہو کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔(۱۸)

بلاشبہ تورات وانجیل کے احکامات اور اس میں ہدایات انسانیت کو راہ راست پر چلانے کیلئے روشن مشعل تھے۔ قرآن مجید نے تورات وانجیل کو ھدی للنّاس کے کلماتِ دلنواز سے یاد فرمایا۔

وانزل التوراة والانجيلo من قبل هدى للناس. (۱۹)

اور اللہ نے تورات وانجیل کو نازل کیا قرآن سے پہلے، یہ کتب بھی انسانوں کیلئے ہدایت تھیں۔

انسانیت تورات وانجیل کے نزول تک سفر طے کر چکی۔ کچھ نے اس ہدایت کو قبول کیا اور کچھ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور ان کی تعلیمات سے روگردانی کی۔ انجیل کے نزول اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تقریباً پونے چھ سو سال بعد سرزمین حجاز میں امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک ہوئی۔ چالیس سال کی عمر مبارک میں کوہِ حرا میں نزولِ قرآن ہوا جو اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہدایت ہے جو آخری نبی کو عطا ہوا۔ اس کلام مبارک کی پہلی وحی میں انسان کو ہی موضوعِ سخن بنایا گیا، اسے اپنے حسن تخلیق کی طرف متوجہ کیا گیا اور علم وادب کی تحصیل پر آمادہ کیا گیا۔ علم کے ذریعہ جو وقارِ سجود اسے عطا کیا گیا اس مقام کی رفعت کو دلنشین انداز میں "**علّم الانسان مالم يعلم**" (۲۰) کے کلمات طیبات سے یاد کرایا گیا۔

یہی وہ کلام ہے جس نے گم گشتہ راہ انسانیت کو از سرنو نشاۃِ ثانیہ عطا کی۔ بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ جس راہ کا وہ سالک تھا اور جس کو چھوڑ کر وہ بیابان میں بھٹک رہا تھا اسے راہ ہدایت دکھائی۔ جو تاجِ کرامت وفضیلت وہ اپنے ہاتھوں قعرِ مذلت میں گرا چکا تھا اسے دوبارہ زیب رأس کرنے کا طریقہ وسلیقہ مرحمت فرمایا گیا۔ جس جنت سے وہ نکالا گیا تھا وہی جنت اس کی منتظر راہ تھی۔ شیطان جو اس کے خروجِ جنت کا سبب بنا تھا اس کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے انسان کو آگاہ کر دیا گیا اور اتنا واضح بتا دیا گیا کہ اس کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت نہ رہی۔ کلام ربانی نے مصطفوی سیرت وکردار کے نور سے ہدایتِ انسانی کا بیڑا اٹھایا۔ ارشاد ہوا:

هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدّين كله. (۲۱)

وہی اللہ عزوجل ہے جس نے اپنے رسول مکرم کو ہدایت ابدی کے حسن انتظام وسامان کے ساتھ مخلوق کی طرف بھیجا اور دین حق اسلام کی شریعت وہدایت کے ساتھ، تاکہ وہ اس دین اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کردے۔

یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من رّبک.(۲۲)

اے رسول مکرم آپ پہنچا دیجئے وہ ہدایت جو آپ کے پاس اتاری گئی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس پیغام ہدایت کو انسانیت تک اپنی پوری محنت وکاوش سے پہنچایا۔ اعلان نبوت کے بعد مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار ومشرکین ودیگر اقوام تک کلام ربانی وہدایت ربانی کی سخت محنت سے ترسیل کے باوجود بہت کم مثبت جواب آیا۔ اکثر لوگوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی، سخت ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ آیاتِ ربانی کا مذاق اڑایا، ذاتِ محبوبِ کبریا کو ہدفِ تنقید بنایا۔

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ یَنبُوعاً o أَوْ تَکُونَ لَکَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِیلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلالَهَا تَفْجِیراً o أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاء کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفاً أَوْ تَأْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلآئِکَةِ قَبِیلاًo أَوْ یَکُونَ لَکَ بَیْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَاء وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتَاباً نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّی هَلْ کُنتُ إَلاَّ بَشَراً رَّسُولاًo وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن یُؤْمِنُوا إِذْ جَاء هُمُ الْهُدٰی إِلاَّ أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَراً رَّسُولاًo

اور (کفار ومشرکین) نے کہا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے (بطور معجزہ) چشمہ نہ جاری کردیں۔ یا آپ کے پاس (ایک خاص) باغ ہو کھجور اور انگوروں کا جس میں جگہ جگہ نہریں بہتی ہوں یا جیسا کہ آپ کے زعم میں ہے (اور آپ ہمیں کہا کرتے ہیں ڈرانے کیلئے) کہ ہم پر آسمان کے ٹکڑے آپ گرادیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کردیں۔ یا آپ کے پاس سونے کا بنا ہوا گھر ہو (تو اسے بطور دلیل نبوت پیش کریں) یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے آسمان پر چڑھ جانے کو بھی ہرگز خاطر میں نہ لائیں گے جب تک کہ وہاں سے ہمارے پاس ایک تحریر نہ لائیں (جس میں آپ کی نبوت کی تصدیق ہو) اور ہم اسے پڑھ (کر تسلی) نہ (کر) لیں۔ اے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں فرمادیجئے میرا رب (تمہارے ان نازیبا مطالبات کو ماننے سے) پاک ہے۔ میں تو صرف

ایک بشر رسول ہوں اور جب ان (کفار ومشرکین) کے پاس ہدایت ربانی آ گئی تو اس کو نیت
ایمان بنانے سے صرف اس اعتراض نے روکے رکھا جو انہوں نے (یہ) کہا کہ کیا اللہ نے ایک
بشر کو رسول بنا کر مبعوث کیا۔

ان حقیقت ناآشناؤں کے نزدیک رسول کیلئے دنیاوی منصب، مال وجائیداد کا ہونا رسول ہونے کی دلیل تھی۔ وہ رسول کو ایسی خاص مخلوق تصور کرتے تھے جس کے اختیار میں اچانک پانی کے چشمے جاری کرنا، زمین وآسمان کو اپنی گرفت میں لانا، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر گرانا، آناً فاناً آسمان پر چڑھ جانا، فرشتوں جیسی صفات کا پایا جانا، جیسے کمالات ضرور ہوں، انہوں نے اسی جہالت میں ایک ایسا نامناسب وناز یبا مطالبہ بھی کر دیا جو شانِ الوہیت کے بھی سراسر نامناسب تھا وہ مطالبہ یہ تھا کہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت ورسالت کی دلیل کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سبحانہ کو اُن کے سامنے لاکر کھڑا کر دیں۔ یہ بالکل ویسی ہی ہٹ دھرمی اور گستاخی تھی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا مواخذہ فرمایا اور ان پر کڑکتی بجلی کو مسلط کر دیا جس کا تذکرہ یوں فرمایا گیا۔

واذ قلتم یٰموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللّٰہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرونo ثم بعثنٰکم من بعد موتکم لعلکم تشکرونo (۲۴)

پروردگار کائنات نے بنی اسرائیل کی اس گستاخی پر تو مواخذہ فرمایا لیکن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفار ومشرکین کے اس مطالبہ پر مواخذہ اس لئے نہ فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے منصب وخطاب سے نوازا جس کا تقاضا تھا کہ عذاب نازل نہ ہو اور تا قیامت عذاب نازل نہ ہوگا جس کی نوید یوں بیان فرمائی۔

ماکان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم وماکان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرونo(۲۵)

تا قیامت عذاب نہ آنے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ قرآن مجید کو آخری کتاب ہدایت کا درجہ عطا کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دین اسلام کی تکمیل کر دی گئی، تمام انعام واکرام ربانی عطا ہو گئے اور اسلام کو بطور دین پسند فرما لیا گیا، اگر عذاب کا دروازہ کھلا رکھا جاتا تو تباہی ہی مقدر انسانیت ٹھہرتی۔ نہ ہدایت آتی نہ کوئی ھادی۔ جب آخری ھادی پر آخری ہدایت اتار دی گئی تو اب مواخذہ وعذاب کی صورتوں کا انقطاع ہو گیا۔ ہر طرف ہدایت ورحمت کا پیغام عام ہو گیا۔ ہمہ وقت توبہ واستغفار کا دروازہ کھول دیا گیا اور رحمت خداوندی کا سائبان گم گشتہ راہیوں کو سایۂ رحمت میں لینے کیلئے تن گیا۔ نتیجۃً عذاب کے سلسلوں کا اختتام اور ہدایت ورحمت کی بارش کا

سیلان ہو گیا۔

کفار و مشرکین ہدایتِ ابدی سے منہ موڑتے رہے جبکہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ کی صفت عظیم کے ساتھ انہیں راہِ ہدایت پر لانے کیلئے سرگرم عمل رہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وان تدعوهم الى الهدٰى لايتبعوكم سواء عليكم ادعوتموهم ام انتم صامتون.(۲۶)

اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ (ان کے اس رویہ کے پیش نظر) تمہارے لئے برابر ہے چاہے انہیں (راہِ ہدایت کی طرف) بلاؤ یا (نہ بلا کر) خاموش رہو (ان کی حالت تبدیل نہ ہوگی)

وان تدعوهم الى الهدٰى لايسمعوا وترٰهم ينظرون اليك وهم لايبصرون.(۲۷)

اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ (تمہاری بات) نہیں سنتے اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ (بہ نیت اخلاص) تمہیں نہیں دیکھتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام ہدایت پہنچانے میں جو انتھک محنت کی، تکالیف برداشت کیں، کفار و مشرکین کی بیزاری اور ایذا رسانی کی حدیں جب پار ہو چکیں تب بھی آپ اپنے مشن سے سرِ مو پیچھے نہ ہٹے اپنے رب عزوجل کی محبت میں سرشار رہتے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے اور بعض مواقع تو ایسے بھی آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن شقیوں کو سعیدوں میں تبدیل کرنے، اور ان کیلئے متفکر ہونے میں اس درجہ پریشان ہوئے کہ رب کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حددرجہ تسلی و تشفی فرمائی، ڈھارس بندھائی اور راحت ذہنی و قلبی عطا فرمائی جس کا بیان کچھ اس طرح سے ہے۔

طسم ۝ تلك آيات الكتاب المبين ۝ لعلّك باخع نفسك الّا يكونوا مؤمنين۝(۲۸)

"طسم ۝ یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔ اے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے اس بارہ میں کہ وہ کافر و مشرک لوگ صفتِ ایمان کے حامل نہیں ہوتے۔ (مؤمنین نہیں بن جاتے)

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا:

جو رگ ریڑھ کی ہڈی میں سے گزرتی ہوئی گردن میں پہنچتی ہے اسے بَخاعْ کہتے ہیں۔ جب ذبح

کرتے وقت چھری یہاں تک پہنچ جائے تو ذبح مکمل ہو جاتی ہے۔ اسی سے بَاخِعٌ ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے ایسا ذبح کرنے والا جس نے چھری بخاع تک پہنچادی ہو۔ غم واندوہ سے جب کوئی اپنی جان گنوادے تو کہتے ہیں بخع نفسه ای قتلها غمّاً۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبانہ روز کوششوں کے باوجود کفار کی ضد بڑھتی ہی جارہی ہے وہ کفر میں اور پکے ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام سے ان کی نفرت میں آئے دن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس المناک صورتِ حال کو دیکھ اس قلب شفیق پر جو گزرتی ہوگی اس کا اندازہ خداوند تعالیٰ کے سوا اور کون لگا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں اے محبوب تو ان لوگوں کے غم میں کیوں گھلا جارہا ہے۔ اتنا دلگیر اور غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تو نے اپنا فرض بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر دیا۔ ایمان لانا یا نہ لانا ان کا اپنا کام ہے۔ ایمان نہیں لائیں گے تو خود ہی اس کی سزا بھگتیں گے۔ (۲۹)

کفار و مشرکین کی ایسی ہی بے سروپا ہٹ دھرمی اور ضد پورے زور وشور سے جاری رہی لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت نے بھی دستِ کرم دراز رکھا تمام تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ کاروانِ انسانیت کو خراماں خراماں ہدایت ابدی کی تعلیمات کی روشنی میں راہیٔ فردوس کرتے رہے۔ سرزمین حجاز پر وحی الٰہی کی نجماً فنجماً تنزیل ہوتی رہی اور رہ نوردان شوق کارواں میں شامل ہوتے رہے۔ گو کہ اہلِ ایمان کی تعداد میں نہایت کم اضافہ ہوا لیکن بنیادی کردار کے حاملین افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں حضرات خلفاء راشدین کے علاوہ عمائدین حجاز میں سے بعض اور سرزمین طیبہ سے نقباء قابل ذکر اور رشکِ آسماں ہیں۔ کلام ربانی جو ہدایت سرمدی کے بھرپور اثر سے ہمیشہ اثر پذیر رہتا ہے اس طرح قلوب واذہان پر اثر انداز ہوا کہ سخت دل موم سے بھی نرم ہو گئے، خاردار اور ترش رو، پھولوں جیسی خوشبو اور مٹھاس کے مصداق بن گئے۔ فاروق اعظم قبل از اسلام جس شدت کے ساتھ مخالفِ اسلام وہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم تھے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت سنتے ہی لرزہ براندام ہو گئے، شدتِ مخالفت، محبت میں تبدیل ہوگئی، قلبی کیفیات بدل گئیں، نورِ ہدایت دل میں داخل ہوا تو کفر وشرک ہوا میں خاک بن کر اڑ گیا، کلام ربانی نے تقدیرِ زیست سنوار دی، تلوار گر گئی اور غلامیٔ رسول کا شرف حاصل ہو گیا۔ وہ آیاتِ بینات جنہوں نے قلبِ عمر رضی اللہ عنہ کو درجۂ فاروق پر لانے کا اہتمام کیا وہ یہ تھیں۔

طٰه ○ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى ○ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشٰى ○ تَنزِيلاً مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ○ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ○ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ○ (۳۰/ ۳۱)

طٰہٰ (کے معنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں) اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت اٹھائیں۔ یہ تو سراپا نصیحت ہے اس کیلئے جو اللہ کی ناراضگی سے ڈرتا ہو۔ یہ اتارا ہوا ہے اس شان والے کی طرف سے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو تخلیق فرمایا۔ وہ رحمٰن ہے جو عرش پر اپنی شانِ کبریائی سے متمکن ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اور جو زمین کی تر مٹی کی تہوں کے نیچے ہے اور اگر تم بلند آواز سے کوئی بات کہو (یا) چپکے سے کہو یا اس سے زیادہ خفی (دل میں کوئی بات کہو یا خیال کرو یا گمان کرو) بھی تو وہ اسے بھی خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی اور مستحق بندگی نہیں، اس کے ہی سارے اچھے خوبصورت نام ہیں (جن سے اسے یاد کیا جاتا ہے)

بعض ایسے بھی خوش نصیب تھے جنہوں نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن ہوتے دیکھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن مجید تلاوت فرمایا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہوئیں۔ کلام ربانی نے دلوں میں ہدایت داخل فرما دی اور اس کا اثر اشکوں کی صورت میں نمودار ہوا۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ○ (۳۲)

اور جب انہوں نے اس کلام ربانی کو سنا جو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتارا گیا تو اے نبی آپ نے ان کی آنکھوں کی کیفیت کو ملاحظہ فرمایا وہ آنسوؤں سے بہتی ہیں بہ سبب اس کے کہ انہوں نے حق کا عرفان پالیا۔ انہوں نے (حق قبول کرتے ہوئے) کہا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے (تیرے نبی اور تیرے کلام ہدایت پر) تو تو ہمیں ان لوگوں کے ساتھ شمار فرمالے جنہوں نے حق کی تصدیق کی۔

کلامِ ربانی کے ایسے ہی اثر کو ایک اور مقام پر ان کلمات طیبات میں اس طرح بیان فرمایا گیا۔

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَـٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ○ (۳۳)

اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی تو منافقین میں سے بعض مومنین سے پوچھتے کہ اس سورت نے تم میں سے کس کس کے ایمان کو پختہ کر دیا، تو اے منافقین سن لو اس سورت نے ان مومنین کے

ایمان کومزید پختہ کردیا اور وہ اسے خوش ہو رہے ہیں۔

ہدایت ربانی کا ایمان افزوں سلسلہ لگاتار نور کی برسات کرتا رہا اور کاروان انسانیت آہستہ آہستہ اسے قبول کرتے ہوئے حجاز مقدس سے طیبہ کی سرزمین تک پہنچ گیا۔

ھبوطِ آدم سے لیکر بعثت محمدی کے ابتدائی سالوں تک کاروان انسانیت ہدایت کے مدارج جس انداز سے طے کرتا رہا وہ ابتدائی سطح کے تھے۔اس پورے عرصہ میں موحدین کی تعداد بہت کم رہی، ہدایت قبول کرنے والے خوش نصیب نفوس صرف سینکڑوں تک ہی رہے۔اکثر لوگ یا تو کفر وشرک میں مبتلا رہے یا بعض تأمل میں رہے۔ہجرت نبوی کے بعد صورتحال میں آہستہ آہستہ تبدیلی واقع ہوئی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے یثرب کو مدینۃ الرسول بنادیا۔ہدایت ربانی قبول کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح ٥ و رأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً ٥(۳۴) کی نوید حقیقت میں تبدیل ہونے لگی۔قرآن مجید جسے اللہ تعالیٰ نے ھدی للناس (۳۵) کا خطاب عطا فرمایا وہ اپنے پورے اثر کے ساتھ انسانوں میں سرایت کرنے لگا، ہدایت و رہنمائی سمجھ میں آنے لگی، طبیعت قبول کرنے لگی، ظلمت چھٹنے لگی، سیاہی نور میں تبدیل ہونے لگی، جانی دشمن دوست بننے لگے اور جہنم کے کنارے پر کھڑے معصیت زدہ، جنت کی خوشخبریاں پانے لگے، جس کا بیان قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا.(۳۶)

ہدایت ربانی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم قرآن، تربیتِ اخلاق اور تطہیر نفس نے انسانیت کو منازل ہدایت سے روشناس کرایا اور اسے پانے کا عرفان بھی عطا کیا۔قرآن مجید نے اولاً بطور ھدی للناس جس طرح انسانیت کی رہنمائی کی اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت پائے جاتے ہیں یہاں صرف چند نظائر زینت قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون٥(۳۷)

اے نوع انسانی صرف اپنے پروردگار کی کامل بندگی بجالاؤ جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو (محض اپنی قدرت کاملہ سے) تخلیق فرمایا تاکہ تم (جہنم کی آگ) بچنے والے بن جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو اپنی معرفت اس دلیل کے ساتھ عطا فرمائی کہ وہی خالق کل انسانیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلَيْكُمْ رَقِيْباo (۳۸)

اے نوعِ انسانی اپنے پروردگار کی ناراضگی سے بچو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس سے اس کا جوڑا تخلیق فرمایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وخواتین (وسعت زمین پر) پھیلا دیئے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی سے بچو جس کے (مبارک) نام پر تم ایک دوسرے سے (رشتے اور ضروریات زندگی کا) سوال کرتے ہو اور اپنے رشتوں کو قطع کرنے سے بچو۔ بیشک اللہ تم پر نگہبان ونگران ہے۔

اس آیت میں اللہ عزوجل نے اپنی معرفت وعظمت کی انسانوں کو تخلیقِ آدم، تخلیقِ حوا، تخلیقِ بنی انسان، اللہ کے نام پر دوسرے سے سوال کی اہمیت، رشتوں کا احترام اور اللہ تعالیٰ کی ہر انسان پر نگرانی ونگہبانی کے دلائل سے پہچان کرائی۔

یاایھاالنّاس قد جاءَ کُمُ الرّسول بالحق من ربکم فاٰمنوا خیرالکم. (۳۹)

اے نوعِ انسان یقیناً تمہارے پاس رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لائیں ہیں۔ اسے قبول کرلو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما کر نوعِ انسانی کو پہنچانے کی ذمہ داری تفویض فرمائی اس کی تصدیق بھی اللہ تعالیٰ نے خود فرمادی اور صاف صاف اعلان فرمادیا کہ یہی ہدایت سرمدی ہے اور اسی میں ہی ازلی وابدی بہتری ہے۔

یاایھا النّاس انّ وعداللّٰہ حق فلا تغرنکم الحیوٰۃ الدّنیا ولایغرنکم باللّٰہ الغرور. (۴۰)

اے نوعِ انسان بیشک اللہ کا وعدہ (عدل وانصاف اور قیام قیامت) بالکل سچ ہے تو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ نہ دیدے اور نہ ہی تمہیں اللہ کی طرف جانے سے شیطان دھوکہ باز دھوکہ دے۔

انسانیت کو دنیاوی زندگی کی حقیقت، شیطان کی ریشہ دوانی کی ضرر رسانی کو واضح کردیا گیا اور وعدۂ عدل وانصاف اور قیامت کے قیام کو صاف صاف بیان فرمادیا گیا۔

کلام ربانی نے ہر طریقے سے انسانیت کی رہنمائی کی۔ مدارج ہدایت طے کرنے کا سلیقہ مرحمت فرمایا اور ذات پاک حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو رہبر ورہنما بنایا اور ان کی رسالت کو عالمگیر کیا اور تمام انسانیت کو ان کے بابِ کرم کی طرف متوجہ کیا تاکہ سب اس درِ فیض سے علم وحکمت اور اخلاق وادب کی تمام ہدایات سے فیضیاب ہوں۔

قل یاایھا النّاس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعان الذی لہ ملک السمٰوٰتِ

والارض.(۴۱)

اس عالمگیر رسالت کے پیغام نے ہر انسان کو قیامت تک اپنی طرف متوجہ کرلیا یہی وجہ ہے کہ نہ صرف کفار ومشرکین دامن اسلام میں پناہ گزیں ہوئے بلکہ یہود ونصاریٰ اور دیگر مذاہب کے افراد بھی اسلام کے سائبان کی چھاؤں میں راحت پانے لگے۔ یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام کی عظمت تمام اقوام عالم پر عیاں ہوگئی۔ قرآن کا پیغام ہدایت پوری انسانیت کو فیض یاب کرنے لگا۔ جو لوگ مسلمین، مومنین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی صفوں میں درجہ بدرجہ داخل ہوئے ان کے مدارجِ ہدایت بھی مختلف تھے۔ قرآن مجید نے سب سے پہلے بالعموم ھدی للناس کا فریضہ سرانجام دیا، ثانیاً اس نے ھدی للمؤمنین کا فریضہ کچھ یوں نبھایا۔

قد جائتکم موعظة مّن رّبکم وشفاء لما فی الصدور وھدی وّرحمة للمومنین.(۴۲)

یقیناً آ گئی تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں (دلوں) میں موجود بیماریوں کیلئے شفا اور ہدایت اور رحمت مومنین کیلئے۔

قرآن مجید کی ہدایت کے متلاشی اور ضرورتمند صرف انسان (بشمول کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ ودیگر اقوام) ہی نہ تھے بلکہ وہ پاکیزہ نفوس بھی تھے جو نور ایمان سے اپنے قلوب واذہان منور کر چکے تھے۔ انہیں بھی اس کی رہنمائی کی اشد ضرورت تھی بعد از قبول اسلام جو فرائضِ دینی ودنیاوی ان پر لاگو تھے ان کی بحُسن وخوبی انجام دہی بھی اشد ضروری تھی۔ قبول اسلام سے قبل جو کجی اور خرابی قلب وروح میں سما گئی تھی اس کی طہارت از حد ضروری تھی، آداب واخلاق حمیدہ کی تعلیم وتکمیل لازم ہو چکی تھی۔ جو معرفت حق نصیب ہوئی وہ عرفان خداوندی کی تحصیل کا پہلا زینہ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ انہیں قرآن کی ہدایت ابدی نصیب ہو اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور تربیت بھی۔ قرآن مجید نے اس سطح پر بھی ہدایت کا مکمل سامان فراہم کیا۔ ذیل سطور میں اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

سورۂ مومنون کی ابتدائی نو آیات میں اہل ایمان کیلئے ایک جامع ضابطہ حیات اس طرح بیان فرمایا گیا۔

یقیناً ایمان والے ہی کامیابی سے ہم کنار ہوئے (اور ہوتے رہیں گے)۔ جو اپنی نمازوں میں (اپنے رب کے حضور خشیت کے باعث) گڑگڑاتے ہیں۔ (ان کی ایک عظیم صفت یہ ہے کہ) وہ فضول باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ جو (بخوشی رضائے الٰہی کے حصول کیلئے) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی شرم گاہوں کو (گناہ میں ملوث کرنے سے) محفوظ رکھتے ہیں۔ وہ صرف اپنی بیویوں پر اپنی ستر کھولتے ہیں یا اپنی باندیوں پر جوان کی دستِ ملکیت ہیں کہ ایسا کرنے میں ان پر کوئی الزام نہیں ہے۔ سو جس نے ان دو رشتوں کے سواء کسی اور سے ناجائز نفسانی خواہش کی تکمیل کی تو وہ حد سے بڑھ

جانے والوں میں سے ہیں۔اور وہ (مومنین) اپنی امانتوں کے پاسبان اور وعدہ وفائی کرنے والے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پابندی کے ساتھ محافظت کرنے والے ہیں۔(۴۳)

ان آیات بیّنات میں چھ کاموں کی بہ نیت اخلاص ادائیگی کو اہل ایمان کے درجات دنیوی واخروی میں اضافہ اور ابدی فلاح کا ضامن قرار دیا گیا۔وہ چھ کام یہ ہیں۔

خشوع وخضوع سے نمازوں کی ادائیگی اور ان کی محافظت۔فضول باتوں سے اجتناب، زکوٰۃ کی ادائیگی، شرم گاہوں کی حفاظت، امانتوں کی پاسبانی اور وعدوں کی تکمیل۔ان چھ کاموں میں ایک مسلمان کی زندگی کے اکثر شعبہ جات آجاتے ہیں گویا یہ چھ بنیادی ہدایات ہیں جن کی روشنی ورہنمائی میں باقی معاملات کو باآسانی حل کیا جاسکتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلا جاسکتا ہے۔اہل ایمان کو جن امور کی انجام دہی سے درجات میں بلندی، معاشرتی ہم آہنگی اور عدل وانصاف کے تقاضوں کی تکمیل میں بنیادی رہنمائی درکار تھی وہ بھی نجماً نجماً عطا کی گئی۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی سورۃ فرقان کی آخری آیات کا نزول تھا۔جن صفات سے متصف ہونا ایک مومن کیلئے ضروری تھا وہ بیان فرمائی گئیں۔آہستہ آہستہ نیکیوں کا خوگر بنایا گیا اور مدارج ہدایت طے کرائے گئے۔خلاصۂ آیات یہ ہے ''رحمٰن کے بندوں کی صفات محمودہ یہ ہیں: وہ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں غرور وتکبر سے کوسوں دور، بندگان خدا کو بغیر تکلیف پہنچائے، کم سمجھ اور بے علم لوگوں کی بے ادبی کو سلامتی سے دور کرتے ہوئے۔راتوں میں اپنے رب سے لو لگاتے ہوئے سجدہ ریزی اور قیام کرتے ہوئے سراپا نیاز بن کر رب کریم سے جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے، خرچ کرتے وقت میانہ روی اختیار کرنے والے، نہ فضول خرچ نہ کنجوس وبخیل صرف اللہ کی بندگی بجالانے والے شرک سے بچنے والے، ناحق قتل سے اجتناب کرنے والے اور زنا جیسے حرام کام سے دامن بچانے والے، توبہ، ایمان اور عمل صالح کی نعمتوں سے مالا مال جن کی سیئات (گناہوں) کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔جھوٹی گواہی سے اپنے پاکیزہ دامن کو داغدار ہونے سے بچانے والے، بے کار اور غلط شغل کے مقامات سے آبرومندانہ طریقے سے گزر جانے والے۔جب ان پر آیات ربانی کی تلاوت ہو تو غور وفکر سے سننے اور نصیحت قبول کرنے والے، بے دھیانی سے نہ گزرنے والے، نیک ازواج، نیک اولاد اور متقین کی امامت کے طلبگار، جنہیں ان کے رب نے جنت کے بالاخانوں کی نوید جانفزا سنائی جس میں وہ ہمیشہ خوشدلی سے رہیں گے''(۴۴)

ان آیات میں تیرہ قسم کے امور کی رہنمائی فرمائی گئی جن کا تعلق دنیوی اور اخروی فوز وفلاح سے ہے ان امور کی انجام دہی رشتہ بندگی اور حسنِ معاشرت سے جڑی ہوئی ہے، ان میں عرفان ذاتِ باری، رضاء الٰہی اور جنت کی نوید کے ساتھ ساتھ معاشرہ کے حقوق کی نگہداشت وپاسداری کی ترغیب اور اس کے ثمرات کا مژدہ بھی ہے۔

جب ہم قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی کے اس حسن کی طرف توجہ کرتے ہیں تو لاینحل عقدے حل ہونا شروع

ہوجاتے ہیں۔ ذہن کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں، اللہ تعالٰی کی ان گنت مہربانیوں اور رحمتوں کا ادراک واضح ہوتا چلا جاتا ہے، عرفان خداوندی نصیب ہوتا ہے۔ وہ رب کتنا رحیم ہے جس نے انسان کی ہدایت کا اتنا اعلٰی حسن انتظام فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) انبیاء کرام اور وحی الٰہی کے ذریعہ اپنے اس عظیم شاہکار کی ہدایت کے تمام تر سامان مہیا کردیئے۔ دلائل بھی روشن بیان کردیئے۔ درجہ بدرجہ ہدایت کے ذریعہ ترقی کی منازل نہ صرف بیان فرمائیں بلکہ ان کا حصول بھی آسان کردیا۔ انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک کی اس عارضی زندگی کے مادی وروحانی تمام وسائل بلامعاوضہ مہیا فرمادیئے تاکہ کوئی بھی فرد انسانی بروز قیامت نہ کوئی گلہ کرسکے اور نہ ہی عذرخواہی۔ سبحان اللہ اسی مبارک سلسلہ کی ایک اور کڑی سورۃ الحجرات کی چند آیات سے خلاصۂ پیش کرنے کی سعادت قارئین کے نذر ہے۔

بے اعتبار شخص کی خبر پر یقین نہ کیا جائے بلکہ اس کی اچھے طریقے سے چھان بین اور تحقیق وتفتیش کی جائے تاکہ بے خبری یا غفلت میں بے گناہ معصوم لوگوں کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کو شعار بنایا جائے کہ یہی ذات رہبر ورہنما ہے، اللہ نے نعمت ایمان کو اس کے قدر دانوں کے دلوں میں ثبت کردیا اور اسے زینت قلب بنادیا۔ لہٰذا اس کی شکرگزاری کی جائے، کفر، گناہ اور نافرمانی سے صاحبان ایمان خود کو بچائیں کہ یہ خرابیاں ایمان کے ضیاع کا باعث بن سکتی ہیں۔ جب مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں کسی رنجش یا غلط فہمی کے سبب دست وگریبان ہوجائیں تو باقی لوگ محض تماشائی نہ بنے بیٹھے رہیں بلکہ ان میں اصلاح کی حد درجہ کوشش کریں۔ اگر معلوم ہوجائے کہ ایک جماعت حق پر ہے اور دوسری گمراہی پر تو اہل حق کا ساتھ دیں حتیٰ کہ گمراہ جماعت بھی راہ راست پر آجائے۔ عدل وانصاف کو ہمیشہ فوقیت دی جائے کہ اس سے معاشرہ مستحکم رہتا ہے۔ مومن آپس میں رشتہ ایمان کے سبب بھائی ہیں تو بصورت ناچاقی ان میں اصلاح کرائی جائے۔ کسی کا تمسخر نہ اُڑایا جائے کسی پر طعنہ زنی نہ کی جائے، کسی کے اصل نام بگاڑ کر برے نام نہ رکھے جائیں، بدگمانی، تجسس اور غیبت جیسے عظیم گناہوں اور نازیبا حرکتوں سے ہر ممکن کوشش کرکے دور رہا جائے، نسلی، نسبی، لسانی، قبائلی، علاقائی اور ہر طرح کے تعصبات سے افراد معاشرہ دور رہیں اس لئے کہ وہ سب آدم وحوا کی اولاد ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے ان مبارک ہستیوں کے جنہوں نے اطاعت الٰہی، اتباع واطاعت مصطفوی اور نیکیوں کی راہ پر چلنے کو اپنا شعار بنالیا، معصیت سے کنارہ کش ہوگئے اور متقین کے عظیم درجہ پر فائز ہوگئے۔ (۴۵)

قرآن مجید کی بالترتیب ان ہدایات کی روشنی میں ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ انسانیت کا سفر جو سیدنا آدم علیہ السلام کے مکین ارض ہونے کے ساتھ شروع ہوا تھا اور قیامت کے واقع ہونے تک جاری رہیگا وہ درجہ بدرجہ، عہد بہ عہد ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ ہدایات ربانی کی روشنی میں کچھ لوگ صرف **ھدی للناس** کے زمرے میں آکر ہدایت قبول کرتے رہے اور کرتے رہیں گے، کچھ **ھدی ورحمۃ للمومنین** کے خوش نصیب زمرے میں آکر دامن رحمت سے وابستہ ہوکر جھولیاں

بھرتے رہے اور رہیں گے اور کچھ اس سے اعلیٰ ترین درجہ هدی للمتقین کے باسعادت زمرے میں آ کر مقبولان بارگاہ الٰہی اور باعث رشک ملائکہ بنے اور بنتے رہیں گے۔ گویا انسانیت ہدایت کے تین مدارج کا حصول یکے بعد دیگرے کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو هدی للناس، هدی ورحمة للمومنین اور هدی للمتقین کے خطاب سے مزین فرمایا۔ قرآن مجید کی پہلی دو صفات کا ہم تفصیلی ذکر کر چکے اب ہم تیسری اور اہم ترین صفت هدی للمتقین کے ادراک کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کو سورۃ البقرہ کی دوسری آیت میں هدی للمتقین کے خطاب دلنواز سے مزین فرمایا گیا۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے امام قرطبی کے حوالہ سے تقویٰ اور متقی کے بارے میں لکھا ہے "تقوی کا معنی ہے کسی ناپسندیدہ چیز سے خود کو بچانے کیلئے، اپنے اور اس چیز کے درمیان کوئی آڑ بنالینا اور متقی وہ شخص ہے جو اپنے اعمال اور پرخلوص دعاؤں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔ زر بن جیش کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا: لوگ بہت ہیں لیکن ان میں بہتر وہ ہیں جو تائب ہوں یا متقی۔۔۔ ابو یزید بسطامی نے کہا متقی وہ ہے جس کا ہر قول اور ہر عمل اللہ کیلئے ہو۔۔۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقوی کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا کیا آپ نے کانٹوں والا راستہ دیکھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! پوچھا پھر آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پائنچے اوپر اٹھائے اور ان سے بچ کر نکلا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا یہی تقوی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا تقوی ہر قسم کی خیر کا جامع ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اولین اور آخرین کو وصیت کی ہے۔(۴۶)

امام قرطبی نے تقوی کی جو تعریف بیان کی ہے اس کا نچوڑ یہ ہے کہ صفت تقوی ہر طرح کی معصیت سے اجتناب کا نام ہے اور متقی اس صفت کا حامل ہوتا ہے۔ اس کی نظر رضائے الٰہی پر ہوتی ہے اس کا ہر قول وفعل اطاعت الٰہی سے سرشار ہوتا ہے اور اس دنیا میں وہ خود کو ہر اس فعل سے بچا کے رکھتا ہے جو اسے یاد الٰہی سے غافل کر دے اور باری تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری کے شرف سے دور کر دے۔

امام رازی نے لکھا ہے: اگر هدی للمتقین کے سوا متقین کی فضیلت میں کوئی اور آیت نہ ہوتی تو یہی آیت کافی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں هدی للمتقین فرمایا ہے اور اس کے بعد هدی للناس فرمایا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حقیقت میں انسان وہی ہے جو متقی ہے۔(۴۷)

امام ترمذی نے عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین میں شمار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بے ضرر چیز کو بھی اس خوف سے نہ چھوڑ دے کہ شاید اس میں ضرر ہو۔(۴۸)

ھادی برحق رحمۃ للعالمین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے متقین کی جو تفسیر بیان فرمائی وہ بہت ہی معنی خیز اور گہرائی وگیرائی کی حامل ہے۔ فقط معصیت کو ترک کر دینا، نیکیوں کا خوگر ہو جانا، شریعت کے ظاہری حسن کا خیال رکھنا، باطنی طور پر روح کو بالیدگی کے عروج پر پہنچا دینا ہی کمال نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر اس چیز کو ترک کر دیا جائے جس میں مخلوق خدا کے ضرر کا مبہم سا خدشہ بھی ہو، ہر اس فعل کو ترک کر دیا جائے جو بارگاہِ ایزدی میں حضوری کے انقطاع کا باعث ہو۔ قرآن مجید ایسی صفت کے حاملین کی خصوصیات کو یوں بیان فرماتا ہے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ٥ والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ٥ (۴۹)

صفتِ تقوی سے متصف ومزین خوش نصیبوں کا غیب پر کامل تیقن ہوتا ہے وہ نماز (پورے اہتمام سے خشوع وخضوع کے ساتھ) قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو انہیں (پاکیزہ حلال) رزق دیا اس میں سے (رضائے الٰہی کے حصول کیلئے بے دریغ) خرچ کرتے ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ کی طرف اتارے گئے اس قرآنِ ہدایت پر بلا چون وچرا ایمان رکھتے ہیں اور جو آپ سے پہلے بھی اتارا گیا اسے بھی پورے ایقان سے تسلیم کرتے ہیں اور وہ آخرت کے قیام پر بارگاہِ ایزدی میں حاضری پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

ان آیات اور ان کے مضامین کی ترتیب کو دیکھیں تو ایمان بالغیب سے ایقان بالآخرت تک ایک عظیم ربط نظر آتا ہے جو تمام انسانی زندگی کو محیط ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ متقین کے پسندیدہ اوصاف ہوتے ہیں وہ صحائف آسمانی بشمول کتب اربعہ (زبور، تورات، انجیل، قرآن مجید) کی تمام ہدایات ربانی کو دل سے تسلیم کرتے ہیں، آخرت کی فکر انہیں ہر وقت متفکر رکھتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھتے ہیں جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد واتقوا اللّٰہ.(۵۰)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہو کہ تم نے آنے والے دن کیلئے کیا سامان عمل برائے قبولیت آگے بھیجا اور اللہ کی ناراضگی سے ڈرتے رہو۔

اپنے رب کے حضور حاضری کا تصور انہیں دنیا ومافیہا کی لذتوں سے بے نیاز کر دیتا ہے وہ جلوت میں رہتے ہوئے اللہ کیلئے خلوت اختیار کرتے ہیں، اس وجہ سے انہیں مقام ولایت ومحبت نصیب ہوتا ہے۔ جس کی رفعت یہ ہے کہ اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں پھر انہیں دنیوی واخروی غم وخوف سے نجات ابدی مل جاتی ہے۔

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ٥ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ٥

لَهُمُ الْبُشْرَی فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الآخِرَۃِ لاَ تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمo

اے عالم انسانیت پوری توجہ سے سنو! بیشک اللہ کے دوستوں کو نہ ہی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ آخرت میں غمگین ہوں گے۔ یہ وہ مقبولان بارگاہ ایزدی ہیں جو ثابت علی الایمان رہے اور تقوی کے درجہ پر فائز ہوئے۔ ان کے لئے دنیاوی زندگی اور اخروی حیات ابدی میں سلامتی اور خیر کی بشارت ہے۔ یہ کلمات اللہ عزوجل کے ہیں جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ مرتبۂ دوستی ان مبارک دوستوں کیلئے بڑی کامیابی ہے۔

اس قدر عظیم مرتبہ ودرجہ کے حامل متقین ہوتے ہیں جو محبوبان ومقبولان بارگاہ صمدی ہوتے ہیں، قرآن مجید ان کیلئے بھی ھُدیٰ ہے۔ قرآن مجید نے متقین کو بھی ہدایت عطا کی تاکہ ان کے درجات میں بلندی ہو اور مقام قرب اور زیادہ بڑھ جائے۔ سیدنا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے اس کی وضاحت یہ فرمائی:

حضوری اور مشاہدہ کی نعمت قرآن سے حاصل ہوتی ہے۔(۵۲)

اس مقام رفعت کے حاملین کو سب سے بڑا انعام ربانی جنت میں یہ حاصل ہوگا جس کا بیان قرآن مجید میں یہ ہے:

وسقاھم ربّھم شراباً طھوراًo (۵۳)

اور انہیں ان کا رب نہایت پاکیزہ مشروب خود اپنے دست کرم سے پلائے گا۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے تفسیر چرخی کے حوالہ سے لکھا ہے: ''سابقین اور مقربین کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سے شراب طہور کے بھرے ہوئے پیالے بلاواسطہ پلائے گا''(۵۴)

کلامِ الٰہی میں بعد از انبیاء یہ بہت بڑا مقام ہے اور بہت بڑا اعزاز۔ ہم نے کلام ربانی کی روشنی میں معراج انسانیت کو ھدی للناس کے سفر سے ھدی للمتقین تک قرآنی آیات کی صراحت میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے، یہ دراصل مدارج ہدایت ہیں جو انسانوں کو مختلف اوقات میں حاصل ہوتے ہیں۔ قرآنی تعلیمات وہدایات پوری انسانیت کیلئے ہیں چاہے وہ عام انسان ہو، مومن مسلمان ہو یا متقی، ہر ایک کیلئے اس میں ہدایت ہے جو چاہے قبول کر کے لاخوف علیھم ولاھم یحزنون کے زمرے میں شامل ہو جائے۔

حوالہ جات

۱۔التین ۹۵:۴

۲۔البقرہ۲:۳۸

۳۔امام رازی،فخرالدین بن ضیاءالدین عمر،التفسیرالکبیر،بیروت،مطبوعہ دارالفکر،۱۴۲۳ھ،ص۲۹،ج۲

۴۔النساء۴:۳۶

۵۔الانعام۶:۱۶۰

۶۔البقرہ۲:۱۸۶

۷۔آل عمران۳:۲۰۰

۸۔الحجرات۴۹:۱۰

۹۔المائدہ۵:۳۰

۱۰۔امام بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،بیروت،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،۱۴۱۲ھ،رقم الحدیث ۳۳۳۵

۱۱۔الانبیاء۲۱:۱۰۵

۱۲۔المائدہ۵:۴۴

۱۳۔المائدہ۵:۴۶

۱۴۔المائدہ۵:۴۵

۱۵۔المائدہ۵:۴۷

۱۶۔انجیل،متی آیت ۱۷،مطبوعہ The Gideons International ۱۹۹۴ء،کوریا

۱۷۔مرجع سابق ایضاً،آیات ۲۱۔۲۲

۱۸۔مرجع سابق ایضاً،آیات ۲۷،۲۸۔ص۲۱تا۲۳

۱۹۔آل عمران۳:۳۔۴

۲۰۔علق۹۶:۵

۲۱۔الصف۶۱:۹

۲۲۔المائدہ۵:۶۷

۲۳۔الاسراء۱۷:۹۰تا۹۴

۲۴۔البقرہ۲:۵۵۔۵۶

۲۵۔الانفال۸:۳۳

۲۶۔الاعراف۷:۱۹۳

۲۷۔الاعراف۷:۱۹۸

۲۸۔الشعراء۲۶:۱تا۳

۲۹۔الازہری،جسٹس محمد کرم شاہ،ضیاءالقرآن،لاہور،مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،۱۳۹۹ھ،ص۳۸۳،ج۳

۳۰۔طٰہٰ۲۰:۱تا۸

۳۱۔صدیقی،محمد رضاءالدین،ماہنامہ ضیاءحرم،فاروق اعظم نمبر،لاہور،مطبوعہ ضیائے حرم،س ن،ص۴۸

۳۲۔المائدہ۵:۸۳

۳۳۔التوبہ۹:۱۲۴

۳۴۔النصر۱۱۰:۱۔۲

۳۵۔البقرہ۲:۱۸۵

۳۶۔آل عمران۳:۱۰۳

۳۷۔البقرہ۲:۲۱

۳۸۔النساء۴:۱

۳۹۔النساء۴:۱۷۰

۴۰۔فاطر۳۵:۵

۴۱۔اعراف۷:۱۵۸

۴۲۔یونس۱۰:۵۷

۴۳۔مومنون۲۳:۱تا۹

۴۴۔الفرقان۲۵:۶۳تا۷۶

۴۵۔الحجرات۴۹:۶تا۱۳

۴۶۔سعیدی،غلام رسول،تبیان القرآن،لاہور،مطبوعہ فرید بک اسٹال،۱۹۹۹ء،ص۲۵۴،ج۱

۴۷۔امام رازی فخرالدین بن ضیاءالدین عمر،التفسیرالکبیر،بیروت،مطبوعہ دارالفکر،۱۳۹۸ھ،ص۱۶۲،ج۱

۴۸۔امام ترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،سنن ترمذی،کراچی،مطبوعہ نور محمد کتب خانہ،س ن،ص۳۵۳

۴۹۔البقرہ۲:۳۔۴

۵۰۔الحشر۵۹:۱۸

۵۱۔یونس۱۰:۶۲تا۶۴

۵۲۔قول بابا فرید،Qtv پاکستان،بوقت۲۱۳۳،بتاریخ یکم محرم الحرام۱۴۳۵ھ،مطابق۲۰۱۳۔۱۱۔۰۶،بدھ

۵۳۔الانسان۷۶:۲۱

۵۴۔الازہری،جسٹس محمد کرم شاہ،ضیاءالقرآن،لاہور،مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،۱۴۰۰ھ،ص۴۴۸،ج۵